

مولانا ایسا کس اور ان کا تبلیغی مشن

حقیقت یہ ہے کہ مولانا ایسا صاحب امت کو جو کلمہ دینا چاہتے تھے وہی دین کی اصل بنیاد ہے۔ وہ ان زمین کی عظیم ترین طاقت ہے اس بنا پر اس تحریک کو کلمہ کی تحریک کہا جاسکتا ہے۔ مگر ایسا کہنے والوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر تحریک جو کبھی دنیا میں اٹھتی ہے وہ ابتداءً کلمہ ہی کی تحریک تھی۔ خواہ وہ انقلابی تحریک ہو غیر انقلابی تحریک۔ اور خواہ اس کا کلمہ سیاسی کلمہ ہو یا معاشی کلمہ یا فوجی کلمہ۔ پھر دینی کلمہ کی بنیاد پر نہ کہ کوئی تحریک اٹھے تو اس کو محدود یا ناقص کس بنا پر کہا جاسکتا ہے جب کہ دینی کلمہ سارے کلمات کا جامع ہے۔

مولانا کی دعوت کا دوسرا جز نماز ہے۔ عام طور پر لوگ نماز کی حقیقت اور اہمیت کو نہیں جانتے۔ اس لئے وہ اس کی واقعی عظمت کو نہیں سمجھ سکتے حقیقت یہ ہے کہ جس طرح کلمہ کو ذہنی طور پر بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسی طرح نماز کا انسان کی عملی زندگی میں بنیادی مقام ہے۔ نماز اپنی اصلی اور اندرونی حقیقت کے اعتبار سے خدا کی طرف متوجہ ہونے اور اس سے حسیاتی ربط قائم کرنے کا نام ہے۔ نماز بندے کو اپنے رب سے اس طرح جوڑتی ہے کہ وہ گویا اسے دیکھنے لگتا ہے اور اس سے اس کی سرگوشیاں جاری ہو جاتی ہیں نماز وہ مقام ہے جہاں خدا اپنے بندوں سے ملاقات کرتا ہے جب آدمی نماز کو اس کے سارے ارکان کے ساتھ اٹھیک اٹھیک اور دل و دماغ کی پوری یکسوئی کے ساتھ اس میں مشغول ہوتا ہے تو وہ ایک اور ہی دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کی روح ایک ایسے تجربے سے دوچار ہوتی ہے جہاں عبادت اور معبود کی حدیں ملنے لگتی ہیں بندگی، خدائی کے جلووں میں نہا اٹھتی ہے۔

یہ تجربہ انسان کی شخصیت کو ایک نئی جلا دیتا ہے اور اس کو ایسی عجیب و غریب نعمت عطا کرتا ہے جن کو فطرت میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن میں نماز کی حقیقت کی مکمل تفصیل ہے یہاں میں مختصر اچند کا ذکر کئے دیتا ہوں۔

ان میں سے ایک چیز وہ ہے جس کو قرآن میں ”خشوع“ کہا گیا ہے خشوع کے معنی ہیں فروتنی۔ عاجزی

اور جھکاؤ۔ نماز کی شکل میں آدمی جب خدا کے سامنے حاضر ہوتا ہے اور اس کو یاد کرتا ہے تو خدا کی خدائی اپنی بندگی کا احساس اس پر اس طرح طاری ہوتا ہے کہ اس کے اندر ایک قسم کی عاجزی اور فروتنی پیدا جاتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک ایسا وجود سمجھنے لگتا ہے جو خدا کے سامنے ہمیشہ جھکا رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے اندر سے کبر نکل جاتا ہے جو اکثر برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ کمزور کے اوپر طاقت ور کا ظلم، ماتحت کے افسر کا برا سلوک، قانونی طور پر بہتر پوزیشن والے کا قانونی طور پر کمتر پوزیشن والے کو دبانا۔ صاحب اثر شخص کا بے اثر شخص کو خاطر میں نہ لانا۔ صاحب مال کا بے مال لوگوں سے بے اعتنائی برتنا۔ اکثریت افراد کا اقلیت کے افراد کو لوٹنا۔ غرض جب بھی کوئی زور ور آدمی بے زور افراد کو سخت مشق بناتا ہے تو ایسی تمام صورتوں میں ہمیشہ کبر ہی اس کی خاص وجہ ہوتی ہے۔ اگر کسی معاشرے کے افراد میں کبر کا خاتمہ جائے تو بے شمار برائیوں کا خود بخود خاتمہ ہو جائے گا۔

نماز کا دوسرا فائدہ قرآن میں بتایا گیا ہے کہ:-

”وہ برائیوں اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے“

نماز میں آدمی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے۔ وہ اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ وہ خدا کا تابع رہے۔ بعد ازین زندگی گزارے گا۔ وہ اس آنے والے دن کو یاد کرتا ہے جب اس کی زندگی کا حساب ہوگا۔ اور عذاب و ثواب کی ترازو قائم کی جائے گی۔ یہ سب باتیں اگر سچے دل سے ہوں تو زندگی کو بدل دینے کے لئے کافی ہے۔

نماز کا ایک اور اہم ترین پہلو وہ ہے جس کو ”ذکر“ سے تعبیر کیا گیا ہے اس کا مطلب ہے خدا کی یاد سے دل کا معمور رہنا۔ اس طرح نماز گویا اس بات کے لئے آدمی کو تیار کرتی ہے کہ اس کے دل و دماغ صحیح ترین خیالات سے بھرے رہیں جو حقیقتہً کسی کے ذہن و قلب میں ہونے چاہئیں۔ یہ فکر اور جذبات کی اعلیٰ ترین تربیت ہے۔

یہ نماز کے وہ نتائج ہیں جو نفسیاتی اور سماجی پہلو رکھتے ہیں۔ اور جن کے اثرات معاشی، معاشرتی اور سیاسی زندگی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اگرچہ نماز کی اصلی حقیقت تو یہ ہے کہ بندہ خدا کے آگے اپنا سر رکھ دے اور اس کا دل کہہ رہا ہو:-

”خدا یا میں تیرا ہو گیا تو بھی میرا ہو جا“

مولانا کی دعوت کا تیسرا جزو تفریح و تفریح وقت ہے۔ اس کام کے لئے ”چٹہ“ کا لفظ سن کر بعض لوگوں کو توحش ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ صرف ایک اعتباری مدت ہے تربیت اور دعوت کی اس دو گونہ مہم کے لئے

مقرر کی گئی ہے۔ تفریع وقت دراصل اس حقیقت کا مظہر ہے کہ آدمی اپنے عقیدے میں اتنا بتیا ب ہو چکا ہے کہ اس کے لئے اپنی مصروفیتوں کو چھوڑ کر گھر سے باہر نکل پڑا ہے۔ ایمان کے ساتھ تبلیغ کا سودا بھی اس کے سر میں سما گیا ہے۔ وہ اپنے درد کو سارے عالم کا درد بنا دینا چاہتا ہے یہ کیفیت جب عملی شکل اختیار کرتی ہے تو تبلیغ کی اصطلاح میں اسی کا دوسرا نام فارغ وقت کرنا یا اس کی ایک مقرریت کا نام چلے ہے۔

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گشت اور تبلیغی سفر کے طریقے پر جو اس قدر زور دیا اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے اندر تبلیغی فائدوں کے علاوہ بہت سے تعلیمی تربیتی اور اصلاحی فائدے بھی ہوئے ہیں۔ آدمی جب تبلیغ کی راہ میں دور دور کے سفر پر نکلتا ہے تو وہ دین سیکھتا ہے اپنی اخلاقی اصلاح کرتا ہے۔ لوگوں کی حالت دیکھ کر اپنے اندر دینی کام کی اہمیت کا احساس پیدا کرتا ہے۔ قربانیاں اور مشقتیں اس کے اندر وہ سوز اور تڑپ پیدا کرتی ہیں جس کے بعد ایک طرف وہ دیندار بنی کی حقیقی لذت سے آشنا ہوتا ہے اور دوسری طرف اس کی زبان سے نکلے ہوئے تبلیغی کلمات میں جان پڑ جاتی ہے۔

لوگوں کو باہر نکالنا مولانا الیاس صاحب کے دینی طریق کار کی جان ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے یہ موقع ملتا ہے کہ لوگوں کو ان کے ماحول سے نکال کر ایک دینی ماحول میں پہنچایا جائے۔ اور اس کے بعد ان کے اوپر تبلیغ کی جائے۔ تاکہ وہ خالی الذہن ہو کر دین کی باتیں سنیں اور مختلف ماحول میں جا کر اس کا اثر زائل کرنے کے بجائے مسلسل اس سے اثر لیتے ہیں۔ یہ طریقہ عملی طور پر مفید ثابت ہوا ہے۔ اور اس کے لئے ایسے نتائج نکلے ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے قریب سے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

تبلیغ کے لئے نکلنا، حدیث کے الفاظ میں اپنے قدموں کو دین کی راہ میں گرواؤ دکرنا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جو قدم دین کی راہ میں گرواؤ دکر دھوئیں ان کو دوزخ کی آگ کبھی نہ چھوئے گی۔

سرکس میں بعض آدمی یہ کرتب دکھاتے ہیں کہ وہ آگ کے الاؤ میں محسوس ہو پڑتے ہیں۔ اور ان پر آگ کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اپنے جسم پر خاص طرح کی مالش کر لیتے ہیں۔ اس مالش کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ آگ انہیں نہیں چھو نہیں سکتی۔ اسی طرح دین کی راہ میں گرواؤ دکر چیر ہے جو دوزخ کی آگ کو بے اثر کر دینے والی ہے جس کے اوپر یہ گرواؤ دکر لگتی وہ گویا دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو گیا۔

یہ غلط فہمی نہ ہو کہ مولانا الیاس یا ان کے پیروں کے نزدیک تبلیغ کا گشت بذات خود وہ چیز ہے جس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس سے مراد کسی خاص گروہ کا گشت نہیں بلکہ دین کا گشت ہے۔ کسی کا گشت اسی وقت اس حدیث کا مصداق بنے گا جب کہ وہ حقیقتہً دین کا گشت ہو۔ اور جتنا زیادہ

وہ دین کے لئے ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کا مصداق ہوگا۔ اور دین سے اس کا تعلق جتنا ہوگا اتنا ہی اس کا مصداق ہونا مشتبہ ہوتا چلا جائے گا۔ کسی خاص گروہ سے نسبت اس حدیث کا مصداق نہیں بنا سکتی۔

مولانا الیاس صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا:-
 "ہمارے طریق کار میں دین کے واسطے جماعتوں کی شکل میں گھروں سے دور نکلنے کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس کا خاص فائدہ یہ ہے کہ آدمی اس کے ذریعے اپنے دائمی اور جامد ماحول سے نکل کر ایک نیک صالح اور متحرک ماحول میں آ جاتا ہے جس میں اس کے دینی جذبات کے نشوونما کا بہت کچھ سامان ہوتا ہے۔ نیز اس سفر ہجرت کی وجہ سے جو طرح طرح کی تکلیفیں اور مشقتیں پیش آتی ہیں اور در بدر پھرنے میں جو ذلتیں اللہ کے لئے برداشت کرنی پڑتی ہیں ان کی وجہ سے اللہ کی رحمت خاص

طور سے متوجہ ہو جاتی ہے۔"
 وسیع تصور | مولانا الیاس صاحب نے اپنے زمانہ میں تبلیغ کا کام جس ڈھنگ سے چلایا تھا اس کے

متعلق مولانا فرماتے تھے کہ
 "یہ تبلیغ کی الف ب ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ الف ب کوئی اور چیز ہوتی ہے۔ اور و۔ ہ۔
 ی کوئی دوسری چیز۔ حقیقت یہ ہے کہ جو الف ب ہے وہی و۔ ہ۔ ی بھی ہے مگر جن لوگوں کی نگاہیں ظواہر پر ہوتی ہیں اور جو لوگ حقائق کا ان کی گہرائیوں کے ساتھ مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ ان کو بتانا پڑتا ہے کہ قطرہ کس طرح پھیل کر بحر بیکیاں بنتا ہے۔ قطرہ ہی کا دوسرا نام بحر بیکیاں ہی ہے۔ مگر عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قطرہ کوئی دوسری چیز ہے اور بحر بیکیاں کوئی اور چیز۔"

مولانا الیاس صاحب کے اس قول کو اس مثال کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے جیسے کوئی ڈرامیو اسٹیم تیار کر رہا ہو۔ اور وہ کہے یہ تو میرے کام کی الف ب ہے۔ اسٹیم تیار کرنا ایک لحاظ سے کام کی الف ب ہے اور ایک لحاظ سے وہی سارا کام ہے۔ کیونکہ اسٹیم کے بغیر نہ انجن چل سکتا ہے اور نہ گاڑی حرکت میں آ سکتی ہے صرف یہی نہیں کہ اسٹیم کے بغیر کوئی انجن اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکتا بلکہ اس کے بغیر دو قدم چلنا بھی اس کے لئے ناممکن ہے۔

کام کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ پہلے ہی دن از اول تا آخر کام کا پورا خاکہ بنا لیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس اصل بنیاد کو کچھ لیا جائے۔ جو دوسرے تمام اجزاء کے لئے اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ پہلا طریقہ پارلیمنٹ میں قانون سازی کا ہے اور دوسرا تحریک کا۔ پارلیمنٹ کا اصول اگر تحریک کے لئے اختیار کیا جائے

تو اس سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کے ساتھ اسی اصول کے تحت معاملہ کیا کہ آغا ز نبوت میں دین کی صرف بنیادی باتوں کی تعلیم دینی گئی اور لمبی مدت تک اسی پر سارا زور دیا جاتا رہا۔ اس کے بعد جیسے جیسے حالات آگے بڑھتے گئے بقیہ چیزیں نازل کی جاتی رہیں۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اصل اساس مضبوط ہو جاتی ہے اور اساس کی مضبوطی کے بغیر کوئی بھی عمارت کھڑی نہیں کی جاسکتی۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسلامی عقیدہ کی رو سے ہر کام کی توفیق خدا ہی سے ملتی ہے ذاتی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی۔ ان پر عمل کرنے میں آدمی اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب اس کے ساتھ خدا کی توفیق بھی شامل حال ہو جائے۔

مولانا ایسا صاحب نے ایک مرتبہ اس سوال پر کلام کرتے ہوئے کہا:-

”مسلمانوں کو حکومت و اقتدار کیوں نہیں بخشا جاتا“ فرمایا

”اللہ کے احکام اور امر و نہی کی حفاظت و رعایت جب تم اپنی ذات اور اپنی منزل زندگی میں نہیں کر رہے ہو (جس پر تمہیں اختیار حاصل ہے اور کوئی مجبوری نہیں ہے) تو دنیا کا نظم و نسق کیسے تمہارے حوالے کر دیا جائے۔ ایمان والوں کو حکومت ارضی دینے سے تو منشا الہی یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی مرضیات اور اس کے احکام کو دنیا میں نافذ کریں تو تم جب اپنے حدود اختیار میں آج یہ نہیں کر رہے ہو تو دنیا کی حکومت تمہارے سپرد کر کے کل کے لئے تم سے اس کی کیا امید کی جاسکتی ہے“

تبلیغ میں قلم | ایک نیا زمند سے جن کو مولانا کے تبلیغی کام سے بھی تعلق تھا اور اس کے علاوہ تحریر و تصنیف ان کا خاص مشغلہ تھا، ایک دن مولانا نے فرمایا:-

”میں اب تک اس کو پسند نہیں کرتا تھا کہ اس تبلیغی کام کے سلسلے میں کچھ زیادہ لکھا پڑھا جائے اور تحریر کے ذریعے اس کی دعوت دی جائے۔ بلکہ میں اس کو منع کرتا رہا۔ لیکن اب میں کہتا ہوں کہ لکھا جائے اور تم بھی خوب لکھو۔ مگر یہاں کے فلاں فلاں کام کرنے والوں کو میری یہ بات پہنچا کر ان کی رائے بھی لے لو“

پہنچا ان نامزد حضرات کو مولانا کی بات پہنچا کر مشورہ طلب کیا گیا۔ ان صاحبان نے اپنی رائے یہ ظاہر کی اس بارے میں اب تک جو طرز عمل رہا ہے وہی اب بھی رہے۔ ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے۔

اس کے بعد مولانا کو یہ بات پہنچائی گئی۔ مولانا نے دوبارہ فرمایا ہم پہلے بالکل کس مہر سی کی حالت میں تھے کوئی ہماری بات سنتا نہیں تھا۔ اور کسی کی سمجھ میں ہماری بات آتی نہیں تھی۔ اس وقت یہی ضروری تھا کہ ہم خود ہی چل کر لوگوں میں پہلے طلب کریں۔ اور عمل سے اپنی بات سمجھائیں۔ اس وقت اگر تحریر کے ذریعہ

عام دعوت دی جاتی تو لوگ کچھ کا کچھ سمجھتے۔ اور اپنے سمجھنے کے مطابق ہی راستے قائم کرتے اگر بات کچھ دل کو لگتی تو اپنی سمجھ کے مطابق کچھ سیدھی کچھ الٹی اس کی عملی تشکیل کرتے۔ اور پھر جب نتائج غلط نکلتے تو ہماری اسکیم کو ناقص کہتے۔ اس لئے ہم یہ بہتر نہیں سمجھتے تھے کہ لوگوں کے پاس تحریر کے ذریعے ہماری دعوت پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی مدد سے اب لوگ ہمارے کام کے طالب بن کر خود ہمارے پاس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو اتنے آدمی دے دئے ہیں کہ اگر مختلف اطراف میں طلب پیدا ہو اور کام سکھانے کے لئے جماعتوں کی ضرورت ہو تو جماعتیں بھی جاسکتی ہیں۔ تو اب حالات میں بھی کس مہر سہی والے ابتدائی زمانہ ہی کے طریق کار کے ہر جز پر جسے رہنما ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ تحریر کے ذریعہ بھی دعوت دینی چاہئے۔

بعض مواقع پر مولانا نے اس قسم کا بھی اظہار فرمایا کہ اس وقت جس قسم کے کارکن ہمارے گمراہ ہیں اس کے مطابق کام ہو رہا ہے اور دوسری صلاحیتوں والے لوگ آئیں تو کام میں مزید اضافہ ہو۔ قلم کے ذریعے کے بارے میں مولانا کے جو خیالات تھے ان کو غالباً حسب ذیل طور پر بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ کوئی تحریک جب نئی نئی شروع ہوتی ہے تو ایک اہم مسئلہ اس کے صحیح تعارف کا ہوتا ہے۔ اس وقت ضرورت ہوتی ہے کہ داعی کی زبان بذات خود زیادہ سے زیادہ تعارف کا ذریعہ بنے۔ مگر ایک وقت آتا ہے جب دعوت ساری فضا میں گونج اٹھتی ہے اور اس کی صدا سے سارا ماحول آشنا ہو جاتا ہے۔ اس وقت غلط تعارف کا اندیشہ بہت کم ہو جاتا ہے۔ کچھ الفاظ اصطلاح عام بن کر لوگوں کے ذہنوں میں جگہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اس وقت مقرر یا محرر کے الفاظ ہی دعوت کے تعارف کا کام نہیں کرتے بلکہ ان کے ساتھ تسنن والے کا اپنا وہ ذہن بھی شامل ہو جاتا ہے جو پہلے سے اس دعوت کے بارے میں ایک تعارف سے آشنا ہو چکا ہے۔ جب کوئی تحریک اس دوسرے مرحلہ پر پہنچ جائے تو ان ابتدائی تحفظات کی ضرورت نہیں رہتی جو دعوت کے آغاز میں ضروری سمجھے گئے تھے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر تحریک کے کام کرنے کے سینکڑوں پہلو ہوتے ہیں۔ مگر عملی طور پر تحریک انہیں کاموں میں حصہ کے لئے اس کے پاس کارکن موجود ہوں ایسا کام جس کے لئے کارکن ہی حاصل نہ ہوں اس کو چھوڑنے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ مولانا کا کام ابتداءً جس نقشہ کے مطابق چلا ایک لحاظ سے اگرچہ اس کی اہمیت یہ تھی کہ وہ بنیادی اور اصلی کام تھا۔ مگر اس کے ظاہری ڈھانچہ میں اس واقعہ کا بھی دخل تھا کہ اس وقت جس نوعیت کے کارکن فراہم ہوئے وہ اسی ڈھنگ سے کام کو چلا سکتے تھے۔ اب اگر تحریک کو پھیلاؤ حاصل ہو جاتا تو کام میں بھی اسی نسبت سے پھیلاؤ آئے گا۔ جیسا کہ کارکنوں کی اقسام میں

پیدا ہو رہا ہے۔

۲۔ مولانا نے ایک مرتبہ بہت قیمتی بات فرمائی۔ آپ نے فرمایا ایک طریقہ دین کی عمومی تعلیم و تربیت ہے۔ اور عمومی تعلیم و تربیت اسی طریقہ پر ہونی چاہئے۔ دوسرا طریقہ حالات و ماحول کی رعایت سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں پہلے طریقہ میں دوامی قدر ہے۔ اور دوسرے طریقہ میں زمانی قدر۔ مولانا کے اسی ملاحظہ کی روشنی میں ہم تصنیف و اشاعت کے کام کے بارے میں ان کے نقطہ نظر کو سمجھ سکتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں تصنیف و تالیف کی بے حد اہمیت ہو گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ آج علمی سطح پر جو مسائل چھڑے ہوئے ہیں ان کو صحیح طور پر کتابی شکل ہی میں ایک دوسرے کے سامنے لایا جاتا ہے۔ دور عیسائی میں یونانی علوم کی اشاعت سے اسلام کے لئے بہت سے فہنی مسائل پیدا ہوئے۔ ان کے جواب کے لئے علم کلام ایجاد ہوا۔ اور علماء نے قلم کے ذریعہ ان کا جواب دیا۔ اسی طرح دور جدید میں افکار و حالات کا ایک نیاسیلاب اُسٹ آیا ہے۔ جو مختلف پہلوؤں سے اسلام کو چیلنج کر رہا ہے۔ ہمیں اسلام کی طرف سے ان کا جواب فراہم کرنا ہے۔ جہاں تک میر خیال ہے مولانا الیاس صاحب کا فکر اس کام کی اہمیت کو پوری طرح مدد کرتا ہے۔ البتہ ان کے الفاظ میں اس کام کو ضرورت حادثہ کے تحت پیدا شدہ کام سمجھنا چاہئے۔ نہ کہ اس اصلی اور عمومی کام سمجھ لیا جائے۔ اسی طرح ضرورت حادثہ کی بہت سی اقسام ہو سکتی ہیں مگر سب کا استقصا ان مقصود نہیں :-

بقیہ : ارشادات

معتق یقیناً مگر خیال آیا کہ دین کی نصرت کا وقت آپ کا ہے اسلام کو قربانی کی ضرورت ہے اور میں ٹھنڈی چھادوں میں مار ہوں۔ لہذا بڑبڑ سادقہ نے انہیں اٹھایا اور میدان جنگ میں لاکھڑا کیا۔ اللہ کریم نے ان کے ہاتھ سے شیر نٹ لے دیا ہم بھی کمزور ہیں گنہ گار ہیں مگر کیسے خاموش بیٹھ سکتے ہیں۔ جب دین کو ضرورت ہے تو اللہ کے ہاں کیا جواب دیں گے۔

آپ دعا فرمادیں کہ اللہ کریم نصرت فرمادے اور دین کا غلبہ ہو مگر میں اور باب اقتدار پر راضی کر دینا چاہتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے سوچو، شریعت بن منظور کر کے بلا تاخیر نافذ کرو۔ اگر اب بھی موقع گنوا دیا۔ اللہ کی ہدایت کو نہ سمجھا تو یاد رکھنا نہ تم ہو گے اور نہ تمہارا اقتدار، خود بھی تباہ ہو جاؤ گے اور قوم نہ ملک کو بھی تباہ کر دو گے۔

Safety MILK
THE MILK THAT
ADDS TASTE TO
WHATEVER
WHEREVER
WHENEVER
YOU TAKE
YOUR SAFETY
IS OUR **Safety MILK**

